

# شیر افضل افضل کی اصلاحی شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ

## A Critical Review of Sher Afzal Afzal's Poetry

ڈاکٹر حمایت اللہ یعقوبی \*

ڈاکٹر الطاف اللہ \*\*

### Abstract

*This article analysis the literacy theme of Pashto poetry of Haji Sher Afzal Afzal, popularly known as Afzal Sahib. Sher Afzal who was given the title of "satire and humour honour" was an educationist by profession. He remained a teacher throughout his career and got retirement as principal from the Education department of Khyber Pakhtunkhwa. In fact, he uses poetry as a conceptual apparatus to better understand the phenomenon of class-difference social-inequality, political emancipation of the poor people, use of religions for gaining worldly benefits etc. All these major themes have been explained and analysed academically in the article.*

*The study also explores the methodological tools through which Sher Afzal has so nicely convey's his message of love through Pashto Poetry. An attempt has been made to investigate the reformative aspect of the pashto poetry of Sher Afzal to better understand his place in Pashto Arts and Literature. No doubt, Master Sher Afzal is the master of Pashto poetry who has proved this by writing on several other themes like romance. Islam, society culture and Pakhtun nationalism. The present article is an attempt to understand the reformative aspect of his poetry in more articulate and organized manner.*

---

\* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

\*\* سینئر ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، قائد اعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

## خلاصہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ پشتو ادب اور تاریخ میں اصلاحی طنز و مزاح کی بہت کمی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ طنز و مزاح کو بے راہ روی تک محدود کیا گیا ہے۔ مزاج پسندی بھی اپنے آپ میں بے پردگی اور فحاشی میں تبدیل ہو گئی ہے۔ اس سے مزاحیہ شاعری کا پورا ابہیت تبدیل ہو گیا ہے۔ یقیناً اس دور میں سنجیدہ اور متانت سے بھرپور شاعری، سبق آموز اور دلائل و کلام بہت کم سننے کو ملتے ہیں۔ زیادہ تر شاعروں کو نہ تاریخ کا پتہ ہوتا ہے اور نہ سماج کو سمجھتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف لوگوں کو ہنسانا اور داد وصول کرنا ہوتا ہے۔ ایسے شاعر سامعین کی ہنسی خوشی کے لئے اور سیاست دانوں کی خوشامد کے لیے غیر سنجیدہ، اصلاح سے عاری اور بے ہودہ شاعری کا سہارا لیتے ہیں۔ اس قسم کے شاعروں کی وجہ سے بیان کا مقصد اور مفہوم فوت ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگ شاعر نہیں بلکہ مسخرے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو نہ مذہب کا پتا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی تاریخ سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ نہ سماجی تہذیب و تمدن کو سمجھتے ہیں نہ ہی خان خوانین اور سرمایہ داروں پر کڑی تنقید کر سکتے ہیں۔ وہ چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں۔ اور خوشامدی شاعری کے ذریعے سے اپنا کام نکالنے کے ماہر ہوتے ہیں ایسے شاعر قوم کو کوئی سنجیدہ پیغام دینے سے عاری ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس شیر افضل افضل کی شاعری کا اپنا مقام اور انداز بیان ہے۔ ان کی شاعری اصلاح و طنز و مزاح، سنجیدگی اور متانت کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ ان کے کلام کا اپنا اعلیٰ ظرف اور مقام ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کے بغیر پشتو شاعری ادھوری ہے اور ان کے بغیر ہر ادبی محفل ادھوری ہے وہ پشتو ادب کا ایک تابندہ ستارہ ہے۔

## مختصر سوانح

ماسٹر شیر افضل خان صوبہ خیبر پختونخواہ کے ضلع صوابی کے ایک مشہور گاؤں یعقوبی میں ۱۵ نومبر ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام منتظر خان ہے جو کہ قبیلہ یوسفزئی کی ایک شاخ بلٹرخیل سے تعلق رکھتے تھے۔ یعقوبی گاؤں میں بلٹرخیل کا ایک بڑا محلہ آباد ہے۔ افضل صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے سے ہی حاصل کی اور پھر پشاور یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات اور ایم ایڈ (گولڈ میڈلسٹ) کی ڈگریاں ممتاز حیثیت سے حاصل کیں۔ ۱۹۵۳ء میں سابقہ این ڈبلیو ایف پی (موجودہ خیبر پختونخواہ) کے محکمہ تعلیم میں بحیثیت استاد بھرتی ہو گئے۔ وہ اپنے وقت میں ایک فرض شناس استاد کی حیثیت سے پورے صوبے میں مشہور تھے۔ اپنی محنت کے بل بوتے پر ترقی کرتے ہوئے پرنسپل کی عہدے تک پہنچ گئے۔ اس نے اپنے زمانے میں محکمہ تعلیم میں بہت سی

اصلاحات متعارف کروائے تھے۔ سکولوں میں تعلیم کی معیار کو بہتر بنایا۔ استاد اور شاگرد کے روحانی رشتے کے تقدس کو اجاگر کرنے کیلئے بہت سارے ورکشاپ اور سیمینار منعقد کئے۔ سکولوں میں کھیلوں کی سرگرمیوں کے فروغ کیلئے محکمہ کھیل و ثقافت کے ساتھ مل کر منصوبے بنائے۔ اس نے سکولوں میں سہولیات پیدا کرنے کیلئے بہت انتھک محنت کی۔ ۱۹۹۳ء میں اس نے بحیثیت پرنسپل محکمہ تعلیم سے ریٹائرمنٹ لے لی۔ (۱)

### شاعری کی ابتدا

شیر افضل چونکہ ایک مصروف زندگی گزارنے کے عادی تھے۔ اس لیے وہ زیادہ وقت اپنے محکمہ کے کاموں میں مگن رہتے تھے۔ مطالعے کے شوقین تھے تاریخ اور فلسفے کو باریک بینی سے پڑھا۔ کبھی کبھار کسی محفل میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر شوقیہ شاعری کیا کرتے تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ شاعری میں نے شوقیہ شروع کی۔ دل میں جو آتا تھا اس حوالے سے چند اشعار لکھ لیتا۔ ابتدائی سالوں میں صرف چھوٹی محفلوں اور مقامی مشاعروں میں اپنا کلام پیش کرتا۔ لوگ ان کے طنز و مزاح کے انداز کو بہت پسند کرتے تھے۔ اسی دوران پشتو کے چند مشہور شعراء کے ساتھ محفلوں میں بہت کچھ سننے اور سیکھنے کا موقع ملا۔ اس میں حمد اللہ خان بمل کے توسط سے ریڈیو پاکستان پشاور کے ایک مزاحیہ پروگرام ”گلدستہ“ میں اپنا کلام سنانے کا موقع ملا۔ (۲) اس کے بعد بمل صاحب نے ریڈیو پراس کا انٹرویو نشر کیا۔ ریڈیو پاکستان کے ساتھ انکا تعلق بہت عرصے تک برقرار رہا۔ پاکستان ٹیلی ویژن پر افضل صاحب کو سب سے پہلے عبداللہ خان مغموم صاحب نے متعارف کروایا۔ (۳) سب سے پہلے اس نے ”آغوش کوہستان“ کے پروگرام میں اپنی مشہور زمانہ نظم ”کباڑی کوٹ“ سنایا۔ اس نظم کو پورے صوبے میں بہت پسند کیا گیا۔ ہر طرف سے تعریفوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے بعد افضل صاحب پاکستان ٹیلی ویژن کے ہر مزاحیہ مشاعرے میں اپنے کلام سے لوگوں کو محظوظ کیا کرتے تھے۔ یہ وہ دن تھے جب افضل خان افضل نے بطور طنز و مزاح شاعر بہت شہرت حاصل کی۔ ان کا شمار پشتو کے مایہ ناز شاعروں میں ہونے لگا۔ ادبی دنیا میں وہ ماسٹر شیر افضل کے نام سے بہت مشہور ہو گئے۔ ان کی شاعری کا انداز بہت ہی عام فہم اور سادہ ہے۔ جسکو بچے، بوڑھے، نوجوان اور خواتین بہت پسند کرتے ہیں۔ ایک چیز جسکو افضل خان افضل کو دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے انکی اصلاحی (Reformatory) شاعری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی شاعری طنز و مزاح سے بھرپور ہے۔ اگر ایک طرف لوگ ان کی مزاح سے محظوظ ہوتے ہیں تو دوسری طرف اس کی شاعری میں ایک اصلاح اور سنجیدہ پیغام بھی ہوتا ہے۔ افضل خان افضل کا کمال یہ ہے کہ وہ ایک

بہت ہی سنجیدہ پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے طنز و مزاح کا سہارا لیتا ہے۔ ان کی شاعری میں سنجیدگی، نصیحت، معاشرتی ناہمواری، عدم مساوات، خان، مٹلا، سیاستدان، پختون ثقافت، تاریخ اور مذہب کے علاوہ بہت کچھ پڑھنے کو ملتا ہے۔ ان کا مقصد مزاح کے ذریعے سماجی اصلاح ہے۔ لیکن ان کی شاعری کو صرف طنز و مزاح کے پیرائے میں پرکھنا یا محدود کرنا اس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ وہ ایک شاعر سے بڑھ کر ایک مصلح (Reformer) ہے۔ ان کی شاعری میں معاشرتی برائیوں اور ناہمواریوں کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ وہ سماجی برائیوں سے نجات کے طور پر لیتے بھی بتا دیتے ہیں۔ وہ بالکل ایک روایتی شاعر نہیں بلکہ سماجی نبض شناس شخصیت ہیں۔ جو ذات پات، خازم، ملائیت اور ناانصافی پر کھل کر تنقید کرتے ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کے بغیر پشتو شاعری ادھوری ہے۔ ان کی ایک مشہور نظم ”کباڑی کوٹ“ جماعت ہفتم ”موٹر سائیکل“ گیارہویں جماعت اور ”صراط مستقیم“ بی اے پشتون نصاب میں شامل ہے۔ جبکہ شاعری کی ایک کتاب ”سادہ مادہ وینا“ چھپ چکی ہے۔ (۴)

اجمل خٹک صاحب نے بارہا شیر افضل فضل کو اپنا کلام چھاپنے کا کہا لیکن چونکہ اس نے بہت عرصے تک اپنا کلام جمع نہیں کیا تھا اسی لیے اس نے بہت لمبے عرصے تک اس پر کام نہیں کیا تھا۔ اجمل خٹک، افضل صاحب کی شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ماسٹر افضل کی خصوصیت، انفرادیت، انداز اور شاعرانہ خوبصورتی، شہرت طنز و مزاح کے رنگ میں چھپا ہوا ہے۔ اپنی اسی انفرادیت کے ساتھ ساتھ وہ ایک ایسا جامع پختون شاعر ہے جو کہ ادنیٰ میدان کا ایک چمکتا ہوا ستارہ ثابت ہو گیا ہے۔ اسکی شاعری پختونوئی، غیرت، ایمان، سماجی انصاف اور فکر و احساس سے بھر پور ہے۔ اسکی شاعری خوند، رنگ اور اثر کا ایک حسین امتزاج ہے۔ وہ اپنے مادر وطن سے محبت کو اپنے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے اور اسکی بقا کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریگا۔ (۵)

شیر افضل نے اپنی شاعری میں پختون سماج کے ہر پہلو کا بہت باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے اور یہ ان کی شاعری کا ایک خصوصی امتیاز ہے۔ اس کے کلام کا محور سماجی ذات پات اونچ نیچ، ناانصافی، عدم مساوات ہے۔ ایک اور امتیازی حیثیت ان کی یہ ہے کہ وہ ان سب سماجی ناانصافیوں کے حوالے سے نصیحت، احساس، فکر اور اصلاح سے بھر پور پیغام عام لوگوں تک پہنچانے کیلئے طنز و مزاح کی شاعری کرتا ہے۔ اپنی شاعری کے ذریعے وہ خواص اور عوام دونوں کو اپنی طرف راغب کرتا ہے۔ ان کی شاعری کے کردار اپنے ہی معاشرے میں سے لیے گئے ایسے لوگ ہیں جو غریب ہوتے ہیں لیکن کسی نہ کسی وجہ سے مشہور اور عوامی بھی ہوتے ہیں جیسے کہ شیر گل، غریب گل، تور گل یا تورے، برکت یا برکتے اور شاپو دین وغیرہ۔ یہ لوگ پختون معاشرے کے بڑے

قابل قدر لوگ تھے جو سب لوگوں میں بہت مشہور تھے۔ (۶)

شیر افضل صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مشاہدے کی صلاحیت سے نوازا ہے اور اپنی اسی صلاحیت کے بل بوتے پر اس نے اپنے کلام کو بام عروج پر پہنچایا ہے۔ اپنے علم و ہنر اور مشاہدے کی صلاحیت کو شاعرانہ انداز میں اس طرح پرویا ہے کہ پشتو ادب میں اسکی مثال کم ملتی ہے۔ آج کل بہت کم شاعر ایسے ہیں کہ جو حقیقی معنوں میں قوم کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے ہر پختون کو شیر افضل افضل کی شاعری پر فخر کرنا چاہیے۔ اسکی ہر شعر میں ایک فلسفہ ہوتا ہے اسکی ہر نظم میں ایک پیغام ہوتا ہے اور وہ قوم کے ہر فرد کو مخاطب کرتا ہے۔ وہ ہر ظلم و جبر استبداد اور نا انصافی کا مقابلہ اپنی شاعری کے ذریعے سے کرتا ہے۔ کم ستار یعقوبی ایک دفعہ اجمل خٹک کا انٹرویو لے رہا تھا۔ دوران گفتگو افضل صاحب کا ذکر آیا۔ تو خٹک صاحب نے اسکا ایک مشہور قطعہ بیان کیا:

ماویٰ توریہ مبارک شہ خبر شوے یہ  
چی ستا پہ کور کنھی یو ککے ماہ تابان پیدا شہ  
هغه وی ورشہ پہ خانانو باندہ زیرے او کہ  
توری دھقان کرہ دھقان ابن دھقان پیدا شہ (۷)

ترجمہ: میں نے کہا اے توری! مبارک ہو مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے ہاں ایک بچہ ماہ تابان پیدا ہوا ہے توری نے کہا: جاؤ  
خواین کو خوشخبری سناؤ کہ توری (کالیہ) کے گھر میں دھقان ابن دھقان پیدا ہوا ہے۔

اجمل خٹک نے اس مصرعہ کے بارے میں کہا کہ ماسٹر شیر افضل یہ ایک ہی قطعہ مجھے دے دے اور

میری ساری شاعری لے لے۔ کیونکہ اس میں وہ بہت خوبصورتی سے سماجی ناہمواری کا ذکر کرتا ہے۔ (۸)

افضل صاحب نے اپنے آپ کو مذہب، سیاست، سماج اور عوامی معاملات سے باخبر رکھتا ہے اس نے بایزید انصاری، اخوند درویزہ، سید علی ترمذی کو بھی پڑھا ہے اور خوشحال اور اقبال کو بھی سمجھا ہے۔ وہ غنی خان کے کلام اور عبدالغفار خان کے نظریات پر بھی بحث کرتا ہے اور اجمل خٹک پر بھی تنقید کرتا ہے۔ اس نے کمیونزم، سوشلزم، سرمایہ دارانہ نظام اور لادینیت کو بغور پڑھا ہے۔ لیکن اسکا عقیدہ ایک پکے مسلمان کی طرح اسلامی نظام اور قرآنی احکامات پر ہے۔ اس بارے میں وہ اپنے کلام میں بیان کرتا ہے:

انگلینڈ کنبے موچا چچی دہ، امریکی کنھی موما مادے  
یہ روس دھوگمان لکہ دہ خان زمونہ دے

مزغو کنبے موزیالات دی دیورپ د فلسفو  
 پہ چین پہ دے خوشحالہ یو جانان زمونزہ دے  
 مرکز مو پہ کعبے کنبے دے، خوش برائے نام  
 ماسکو او واشنگٹن وزڑہ درمان زمونزہ دے (۹)

ترجمہ: انگلینڈ میں ہماری چاچی ہے اور امریکہ میں ماموں۔ روس پر خان کی طرح خوش فہمی ہے ہمارے دماغ میں یورپ کے فلسفوں کے خیالات ہیں۔ اور چین پر ایک جانان کا اعتماد ہے۔ ہمارا مرکز کعبہ ہے لیکن صرف برائے نام۔ ماسکو اور واشنگٹن ہمارے دلوں کا ارمان ہے۔

### مذہب اور مسجد میں ذات پات

شیر افضل اسلام کے مقابلے میں دوسرے نظریات کو یکسر مسترد کرتا ہے۔ اسلام کے حقیقی روح اور اس کے آفاقی تعلیمات کو لاگو کرنا۔ اسلامی نظام کو سن و عن اور عملی طور پر اپنانا دنیا کے سارے مسکوں اور برائیوں کا حل سمجھتا ہے۔ لیکن ساتھ میں وہ رواجی اور روایتی ملائیت کو تنقید کا نشانہ بھی بناتا ہے۔ وہ قبائلی نیم ملائیت، فرقہ واریت اور سب سے بڑھ کر مذہب کو سیاسی اور معاشی مفادات کیلئے استعمال کرنا، استحصال سمجھتا ہے۔ اسلام میں مسجد کا کردار صرف ایک عبادت گاہ تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مقتدر اور مقدس ادارہ ہے۔ خاص طور پر ایک قدامت پسند پختون معاشرے میں مسجد کے کردار اور اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ من الحیث القوم پختونوں میں بڑے بڑے فیصلے یا تو مساجد میں ہوتے ہیں یا حجروں میں۔ سارے فیصلے پختونوں کی روایات اور اسلامی اصولوں کے تحت انجام پاتے ہیں۔ معاشرے کے نادار اور پسے ہوئے طبقات کے لوگ مساجد اور حجروں کو اپنے بہت سارے سماجی، نفسیاتی اور روحانی مسائل کے حل کیلئے مراکز سمجھتے ہیں۔ اسلامی اصولوں اور پختونوں کی روایات کے تحت دونوں جگہوں میں امیر اور غریب میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ ان دونوں اداروں میں ذات، پات، عدم مساوات اور سماجی تقسیم نسل پرستی کو ہوا دیتی ہے۔ افضل صاحب بہت کھل کر مساجد اور حجروں میں عدم مساوات کو تنقیدی نشانہ بناتا ہے۔ اس کی ذمہ دار وہ ملاؤں خان، خوانین اور سرمایہ دارانہ نظام کو ٹھہراتا ہے۔

نوے تہذیب رانغ، وطن تہ کی نخری راوڑی  
 سیاست خان سرہ پہ دین پسئی اری راوڑی  
 غم او خا دی جری، جلسی کپنے پہ مہ کوئی  
 ملا نو خان لہ جو ماتو نو تہ جری راوڑے (۱۰)

ترجمہ: نیا تہذیب اپنے ساتھ نخرے لے آیا، سیاست اپنے ساتھ دین کیلئے آرے لے آیا۔ مٹا مسجد کو اپنے ساتھ حجرہ لے آیا۔ اور مسجد میں غم شادی جگے جلے کر دیتا ہے۔

مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں محد سے لیکر لحد تک ہر مسئلے کے حوالے سے مکمل رہنمائی اور حکم ملتا ہے۔ اسکی تعلیمات ابدی ہے۔ اسلام رواداری، بھائی چارے، امن، مساوات، انصاف اور حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر مسلمان صدق دل سے اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل نہ کریں۔ لیکن شومی قسمت ہم نے اپنے مذہبی معاملات میں ذات پات اور اونچ نیچ رائج کر رکھی ہے۔ مسجد صرف ایک عبادت گاہ نہیں بلکہ اللہ کا گھر بھی ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ حبشیؓ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر عبادت کیا کرتے تھے۔ مسجد مساوات اور برابری کا ایک زبردست نمونہ ہے۔ لیکن افضل اپنے پختون سماج سے گلہ کرتا ہے کہ ہم نے مسجد جیسے مقدس ادارے کو بھی معاف نہیں کیا۔ اس میں بھی تفرقہ بازی مالدار، غریب، پختون اور غیر پختون اور تفرقہ بندیوں شروع کر رکھی ہے۔ نیم مٹا، خان خوانین بھی لوگوں کی معاشی اور سماجی حیثیت کے مطابق مسجد میں لوگوں سے سلوک کرتے ہیں۔ اس سماجی برائی کو افضل صاحب بہت خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے:

یو بجات کنبے خواران دربو کنبے ولاڑ دو  
 کورم خہ پچی خان غوڑو لے جانماز دے  
 ماویٰ خدایا! ستا د کورہ چر تہ لاڑ شم  
 دلته ہم محمود، محمود، آیاز، آیاز دے (۱۱)

ترجمہ: ایک مسجد میں غریب لوگ درب (گھاس) پر کھڑے تھے، کیا دیکھتا ہوں ایک خان جائے نماز پر کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا! اے خدایا یہاں پر بھی محمود، محمود اور آیاز آیاز ہے۔ ہم تیرے گھر سے کدھر جائیں۔

افضل اس بات پر بہت افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ آج کل کے لوگ صرف روایتی مسلمان ہیں۔ وہ صرف ایک مسلمان کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور عادتاً اسلام کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بطور خاص وہ پختون قوم کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عادتاً نماز پڑھنا، سماجی مجبوریوں کی وجہ سے رمضان کے روزے رکھنا، نام اور شہرت کیلئے عمرے اور حج کرنا ہماری ثقافت کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے افضل صاحب اس موضوع پر اس طرح لکھتا ہے:

چی د خدائی د پارہ حج اوکڑی اوراشی  
 خہ منمہ پچی بے شکہ دا حاجی دے

چنی دنوم دپارہ ہی لاڑ اور راشی

دا حاجی نہ دے عالمہ رواجی دے (۱۲)

ترجمہ: جو کوئی خدا کیلئے حج کر کے آجائے، بے شک وہ حاجی ہے، لیکن جو کوئی صرف نام کیلئے حج کرے یہ حاجی نہیں رواجی ہے۔ وہ پختون نوجوان سے شکوہ کر کے لکھتا ہے کہ سہل پسندی، بد اخلاقی، بے راہ روی اور تر بورولی نے نوجوانوں کے کردار پر منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ سوشل میڈیا کے بے جاہ استعمال سے نوجوان اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو رہے ہیں۔ علم اور عقل کی بجائے وہ بے دھڑک، تیز طراز، زبان شائستہ لب و لہجہ، بد معاشی اور بد اخلاقی کو اپنی کامیابی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ چونکہ پختون بزرگ اپنے ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے ہیں۔ اس لیے ان کی دیکھا دیکھی نوجوان بھی ان کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ ہر ناجائز طریقے سے دولت جمع کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ بن گیا ہے۔ افضل صاحب اکثر اوقات نجی محفلوں میں ذکر کرتا ہے کہ آج کل کا پختون عمومی طور پر کرپٹ بد کردار بن گیا ہے۔ اپنے کمزور بھائی، پھوپھی، غریب رشتہ دار کے مال و دولت اور جائیداد پر ناجائز قبضہ کرنا پختون نوجوان کا وطیرہ بن چکا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اپنی اوقات سے اوپر بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ غیرت، حمیت، ننگ ایسی صفات ہیں جو صرف ایک کتاب کی حد تک رہ چکی ہیں۔ غریب پر رعب جمانا اور طاقتور کے سامنے بکری بن جانا ان کی غیرت بن چکی ہے۔ (۱۳)

کہ ز مانگ، زما غیرت، زما مڑا نہ گوری

نو یو کمزورے او نہ زڑے غوندی رور راکہ

خیر دے جائیداد د دھغے وی خو قابض د حہ یم

پہ خیل ٹیر کنبے یوہ کوئڈہ رُئڈہ ترور راکہ (۱۴)

ترجمہ: اگر میری غیرت اور بہادری دیکھنا چاہتے ہو تو ایک کمزور اور نیک دل بھائی دے دو اور اپنے خاندان میں ایک بیوہ بیچاری پھوپھی (کی زمین) دے دو۔ کہ زمین اس کی ہو اور قابض میں ہوں۔

## خان خیل اور خوار خیل

پختون سماج کے طبقاتی تقسیم کے حوالے سے افضل صاحب نے اپنی شاعری میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اس تقسیم کو وہ ”خان خیل“ (خان، نواب، سرمایہ دار، جاگیر دار) اور خوار خیل (خوار، غریب، مزدور، دھقان) کے ناموں سے پکارتے ہیں۔ اس فرسودہ نظام میں خان خیل اپنے سرمائے کے زور پر خوار خیل کو ہمیشہ محکوم

رکھنے کی کوشش کریں گے۔ خوار خیل ہمیشہ خان خیل کی خدمت کریں گے۔ وہ اپنا تن، من اور دھن اس پہ قربان کریں گے۔ لیکن اسکی محنت اور قربانی کا کوئی صلہ نہیں ہوگا۔ خان خیل کیلئے خوار خیل کی مثال گائے اور بھیڑ بکریوں کی طرح ہے۔ جس کی پختون سماج میں کوئی قابل قدر مقام نہیں۔ افضل صاحب اس حوالے سے لکھتا ہے کہ خوانین غریبوں کے کندھوں پر پاؤں رکھ کر اور ان کی قربانیوں کے نیچے میں طاقت کے ایوانوں میں پہنچ جاتے ہیں لیکن اس کے بعد وہ نہ غریب کو یاد رکھتا ہے اور نہ ہی وہ ان کی قربانیوں کا اعتراف کرتا ہے۔ اس سماج میں غریب ہمیشہ گھاٹے میں رہیں گے۔ مالدار اور غریب کیلئے جدا جدا قوانین ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

نوابا نو تہ پہ جیل کنبہ جنت جوڑشی  
پہ غریب باندہ نچیل کور لکہ د جیل دے  
دا دروغ دی نہ ہند کے شتہ نہ پختون شتہ  
پہ دنیا کنبہ خوک خان خیل دے خوک خوار خیل دے (۱۵)

ترجمہ: نوابوں کیلئے جیل میں جنت جیسے سہولیات ہوتے ہیں اور غریبوں کیلئے اپنا گھر بھی گور (قبر) ہے۔ یہ جھوٹ ہے نہ کوئی پختون ہے نہ ہند کی۔ دنیا میں کوئی خان خیل ہے اور کوئی خوار خیل ہے۔

موجودہ سیاسی اور سماجی نظام سے افضل صاحب بہت ہی نالاں نظر آتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ نظام استحصال، تفرقہ پرستی اور سماجی تقسیم کی بنیاد پر بنا ہوا ہے۔ یہاں پر قوانین صرف غریب کیلئے بنتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اسکے دادرسی والا کوئی نہیں ہے۔ اس نظام میں غریبوں کیلئے آگے بڑھنے کے راستے مسدود ہیں۔ اسکواپنی انتھک محنت کے باوجود کسی بھی جگہ پر کوئی قابل ذکر پذیرائی نہیں ملے گی۔ اس نظام میں وہ صرف محنت مزدوری، مشقت اور خوانین کی خدمت ہی کرے گا۔ اگر وہ ان ذمہ داریوں سے غافل ہوتا ہے تو اسکی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ جبکہ سرمایہ دار لوگ ہمیشہ ہی بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونگے۔

امیر خان کلہ وزیر کلی مشیر شی  
د غریب قسمت وھل نکوال او جیل دے  
خوار غریب چہ پاؤ اورہ اوگٹی بس دہ  
سیاست خو د مالدارو خلقو کھیل دے (۱۶)

ترجمہ: امیر خان کبھی وزیر اور کبھی مشیر ہوتا ہے اور غریبوں کیلئے مار پیٹ اور جیل ہے۔ غریب کیلئے یہ کافی ہے کہ اپنے بچوں کیلئے پاؤ آنا کمائے۔ سیاست تو سرمایہ داروں کا کھیل ہے۔

اپنی شاعری کے ذریعے سے افضل صاحب نے جس برائی کو بارہا تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ ہے ہمارے سماج میں کرپشن اور رشوت کا ناسور۔ افضل صاحب ایک بے باک نقاد اور ایک سچ گو مصلح ہے۔ ہمارے ملک میں اس برائی کے روک تھام کیلئے بڑے بڑے ادارے موجود ہیں۔ لیکن اس حوالے سے کوئی قابل قدر کامیابی ہم حاصل نہیں کر سکے۔ ہر جائز اور ناجائز کام کرنا ہو تو اس کیلئے سفارش یا رشوت دے کر آسانی سے کیا جاسکتا ہے یہ برائیاں ہمارے ہاں ہر سطح اور ہر جگہ پر موجود ہیں۔ افضل صاحب رشوت کیلئے اپنی شاعری میں ایک خاص لفظ ”گرم موٹے“ استعمال کرتا ہے۔ اس کا مطلب ہے ہاتھ گرم کرنا:

مادی صیب سرہ م کار دے نوکر کلک شہ  
وی کہ ژرنده د پلار دہ نو پہ وار دہ  
چی م موٹے ورلہ گرم کہ مسکے شہ  
وی چی زر ورشہ کنی دہ صیب تلوار دہ (۱۷)

ترجمہ: میں نے کہا کہ صاحب کے ساتھ کچھ کام ہے۔ اس کے نوکر نے منع کیا کہ اپنی باری کا انتظار کرو۔ جب میں اسکی مٹھی بھر لی تو مسکرایا کہ جلدی کرو صاحب جانے والے ہیں۔

ہمارا معاشرہ اور سماجی تعلقات دولت کی ریل پیل کے گرد گھومتی ہے۔ اس برائی نے ہمیں اس طرح سے جکڑا ہوا ہے کہ ہم میں مثبت تنقید کا حوصلہ نہیں رہا۔ ہم من حیث القوم اندھے، بہرے اور گونگے ہو گئے ہیں۔ ہمارے مجموعی ثقافتی خدو خال کچھ اس طرح ہو گئے ہیں کہ ہم میں نیکی اور برائی، حلال و حرام کی تمیز ختم ہوتی جا رہی ہے۔ ہم رشوت اور بدعنوانی گناہ سمجھتے ہیں نہ جرم۔ الٹا ہم مال و دولت سمیٹنا اپنے لیے فخر کی بات سمجھتے ہیں۔ مندرجہ ذیل مصرعے میں افضل صاحب رشوت اور بدعنوانی کیلئے ہمارے معاشرے میں مستعمل الفاظ ”خدائی فضل“ استعمال کرتے ہیں۔

مادی شیرہ! نوکری د مبارک شہ  
کار د ننگہ دے؟ خط دے اوکہ شیر دے  
وی چی چپ شہ غبزی می مہ کوہ مزئی دی  
تنخواگہ خدائی فضل پکبنے ڈیر دے (۱۸)

ترجمہ! میں نے کہا شیر! آپ کی نوکری مبارک ہو۔ کام کیسا ہے خط ہے کہ شیری ہے (خط نقصان اور شیر فائدہ ہوتا ہے) اس

نے کہا۔ مزے ہیں تنخواہ کم لیکن خدا کا فضل زیادہ ہے۔

حرام ذریعے سے دولت جمع کرنا ایک شیطانی عمل ہے۔ غریبوں کا حق مارنا، کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنا، ملاوٹ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا اور ہر وہ ناجائز کام جس میں کسی غریب کے حق پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے ایک استحصالی نظام کی خصوصیات ہوتے ہیں۔ اس قسم کے معاشرے میں نہ سکون ہوتا ہے اور نہ امن، اس میں ہر وقت انسان ایک شیطانی چکر میں جکڑا رہتا ہے۔ یہ سارے شیطانی اعمال ہوتے ہیں۔ کرپٹ لوگ جب حرام کی کمائی سے بڑے بڑے گھر اور عالیشان بنگلے بنا کر اس پر ”ماشاء اللہ“ اور ”ہذا من فضل ربی“ لکھتا ہے تو شیطان بھی ان لوگوں سے گلے کرتا ہے۔ افضل صاحب اسکو بہت خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے۔

یو بنگلے منگلے شیطان پہ ژړا ناست وو  
مادی ولے پہ ژړای لب جبی!  
وی زما پہ زوری دا بنگلہ کڑہ جوڑہ  
پری بی او لیکل ”ہذا من فضل ربی“

ترجمہ: ایک بنگلے کے سامنے شیطان روتا ہوا بیٹھا تھا۔ میں نے پوچھا دھوکے باز! کیوں رورہے ہو۔ اس نے کہا یہ بنگلہ میری برکت سے بنایا اور اس پر لکھا ہے ”ہذا من فضل ربی“۔

### حاصل کلام

اس میں کوئی شک نہیں کہ افضل صاحب بابائے طنز و مزاح ہے۔ اس نے جس انداز میں شاعرانہ تنقید اپنے سماج پہ کیا ہے وہ ایک قیمتی سرمایہ اور پشتو ادب کا ایک نادر نمونہ ہے۔ وہ اپنے شاعری کے اندر سماجی اصلاحات کی ڈگر پر چلنے والے ایک قافلے کا سردار ہے۔ اسی لیے وہ بابائے طنز و مزاح کے ساتھ مصلح پختونوا بھی ہے۔ ان کی شاعری میں ایک عظیم مقصد چھپا ہوا ہے اور یہی پیغام وہ اپنی مسحور کن لیکن سادہ اور انسان دوست شاعری میں پرو کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ ان کی شاعری میں لوگوں کیلئے نصیحت اور سبق ہے۔ وہ معاشرتی روایات کا ناقد ہے۔ وہ دلبرداشتہ بالکل نہیں ہے اور اب بھی سمجھتا ہے کہ ضروری اصلاحات کے ذریعے سے ہم اپنے معاشرے کو بامعروج پر پہنچا سکتے ہیں۔

چہ قدم د زمانے پہ قدم کیدی  
تقدیرونہ دھغے خلقو بدلیہزی

لکہ ”پل“ چہ پھ خایہ پروت وی بل تہ گوری

کاروان لاٹشی دے تری روستو پاتے کبیری (۲۰)

ترجمہ: ان لوگوں کی تقدیر بدل جاتی ہے جو زمانے کے ساتھ قدم بقدم چلتے ہیں۔ جو نقش پا کی طرح اوروں کو دیکھتے ہیں۔ کاروان چلا جاتا ہے اور وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔

## حوالہ جات

- ۱- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، (صوابی: یعقوبی، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۔
- ۲- انٹرویو شیر افضل افضل، [youtube.com/watch?v=5qCNtXlQoG](https://www.youtube.com/watch?v=5qCNtXlQoG)
- ۳- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، (صوابی: یعقوبی، ۲۰۰۵ء)، ص ۵۔
- ۴- انٹرویو شیر افضل افضل۔
- ۵- یہ ذکر افضل صاحب کی کتاب میں بھی ہے اور خود اجمل خٹک صاحب (مرحوم) نے بہت سارے شاعرانہ محفلوں میں افضل صاحب کی بیان کا تذکرہ کیا تھا۔ اجمل خٹک اکثر ان کو پشتو ادب کا ایک تابندہ ستارہ کہتے تھے۔ اور ان کی اصلاحی شاعری کو بہت زیادہ سراہتے تھے۔
- ۶- انٹرویو شیر افضل افضل، یعقوبی ضلع صوابی، ۱۵ اگست ۲۰۱۶ء۔
- ۷- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، (صوابی: یعقوبی، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۶۲۔
- ۸- یہ بات اجمل خٹک صاحب نے دو تین دفعہ مختلف اوقات میں کہا تھا۔ کرم ستارہ یعقوبی اکثر اوقات تقاریر میں کہا کرتا تھا کہ خٹک صاحب نے ان کے سامنے ایک دفعہ کہا تھا۔
- ۹- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، (صوابی: یعقوبی، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۷۰۔
- ۱۰- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ۱۷۲۔
- ۱۱- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ۱۶۵۔
- ۱۲- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۶۳۔
- ۱۳- انٹرویو شیر افضل افضل، یعقوبی ضلع صوابی۔
- ۱۴- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، (صوابی: یعقوبی، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۲۲۔
- ۱۵- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۲۵۔
- ۱۶- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۷۱۔
- ۱۷- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۶۶۔
- ۱۸- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۶۳۔
- ۱۹- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۷۳۔
- ۲۰- ماسٹر شیر افضل افضل، ساوہ باوہ وینا، ص ۱۸۰۔